سورہ روم | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | ایت نمبر(۳۱-۳۲)

وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ۝ مِنَ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَکَانُوۡا شِیَعًا کُلُّ حِزۡبٍۭ بِمَا لَدَیۡہِمۡ فَرِحُوۡنَ ۝

ترجمہ: اور نہ ہو جانا تم مشرکوں میں سے یعنی ان لوگوں میں سے جنہوں نے پھوٹ ڈال دی اپنے دین میں اور بٹ گئے فرقوں میں۔ ہر فرقہ اس (طریقے) پر جوان کے پاس ہے مگن ہے۔

خطبہ

جمعة المبارك

[13 ذیقعد 1431ھ بمطابق 22 اکتوبر 2010]

عنوان

ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

زیر اہتمام: شعبہ دینی امور جوہری ٹرسٹ (جامع مسجد محمدی نئی آبادی اٹاری سروبہ لاہور)

نوٹ: ہم وضاحت کے ساتھ یہ بات آپ کے علم میں لانا چاہتے ہیں کہ الحمدللہ ہمارا کسی فرقہ کسی مسلک کسی سیاسی گروہ یا جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے ہمارا عزم ہے کہ ہم نے اپنے معاشرے سے انتشار اور افتراق (صوبائیت لسانیت فرقہ واریت) کو ختم کرنا ہے اور بہترین معاشرہ بنانا ہے اس کیلئے ہم نے ایک انسانی کوشش شروع کی ہے اور ہر انسانی کوشش میں غلطیوں کا امکان رہتا ہے لہٰذا ہماری تحریر میں جو کچھ صحیح نظر آئے نور قرآنی ہے اور جہاں کہیں غلطی نظر آئے وہ ہماری اپنی کوتاہی ہے اس ادنٰی سی کوشش کو آپ تک پہنچانے کیلئے خطبات کا سلسلہ ایک کڑی ہے ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ ہماری اس کاوش کو سراہیں گے اور آپ کو ہم اپنے شانہ بشانہ پائیں گے۔ اللہ پاک ہمیں استقامت دے اور معاشرتی بہتری کیلئے زیادہ سے زیادہ کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین

زیر نگرانی: محترم جاوید اختر جوہری صاحب

صدر جوہری ٹرسٹ و جامع مسجد محمدی

اب آپ خطبہ جمعة المبارک انٹرنیٹ پر بھی دیکھ سکتے ہیں:

www.Johritrust.org

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ اَوْفُوْا عَهْدَهٗ

اَمَّا بَعْدُ۔

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (13/11)

وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ○

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْم

حاضرین کرام! تلاوت کی گئی آیت مبارکہ کی روشنی میں آج میرا موضوع ''ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ'' ہے اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت حق اور سچ بیان کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

فرد: فرد افراد سے ہے افراد معاشرہ کو کہا جاتا ہے معاشرہ مل جل کر رہنے کا نام ہے معاشرہ کو سدھارنے کیلئے ہر فرد کا کردار اہم ہے۔

غلط معاشرہ میں افراد کی حالت:

جب انسان، کسی معاشرہ میں زندگی بسر کرتا ہے تو وہ اس معاشرہ کا جزو بن جاتا ہے، جب معاشرہ صحیح روش پر گامزن ہوتا ہے تو اس کے خوشگوار نتائج سے تمام افراد معاشرہ متمتع ہوتے ہیں۔ وہ افراد بھی جنھوں نے خواہ انفرادی طور پر ان خوشگواریوں کے حصول کی جدوجہد میں حصہ بھی نہ لیا ہو۔ مثلاً اگر کسی معاشرہ کی صحیح جدوجہد سے فصلیں اچھی ہوں اور پیداوار میں فراوانی، تو اس معاشرہ کے وہ افراد بھی خوش حال ہو جاتے ہیں جنھوں نے ان فصلوں کے کھیتوں کی شکل تک بھی نہ دیکھی ہو۔ اسی اصول کے مطابق، جو معاشرہ، غلط روش اختیار کرے، اس کے تباہ کن نتائج ان افراد کو بھی بھگتنے پڑتے ہیں جو اس غلط روش سے براہِ راست متعلق نہ ہوں اور انہوں نے اس میں کوئی حصہ نہ لیا ہو۔ جب کسی دریا کا بند ٹوٹ جائے تو اگرچہ اس کے بلاواسطہ ذمہ دار حکومت کے ارباب نظم ونسق ہوتے ہیں، لیکن اس کی تباہ کاریوں کی لپیٹ میں گاؤں کے وہ افراد بھی آ جاتے ہیں جنہیں اس کا علم تک بھی نہ ہو کہ وہ بند کیسے ٹوٹا ہے۔ یہی وہ اجتماعی خطرات ہوتے ہیں جن کے متعلق قرآن نے کہا ہے کہ

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ج (8/25)

اپنے معاشرہ کو ایسے خطرہ سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرو، جو جب آتا ہے تو پھر اس کی زد میں صرف وہی لوگ نہیں آتے جو خرابیوں اور تباہیوں کے براہِ راست ذمہ دار ہوں، اس کی لپیٹ میں ہر کہہ ومہ آ جایا کرتا ہے۔

لیکن انسان کی حالت عجیب ہے، معاشرہ کے اجتماعی نظام کے حسنِ تدبر سے جو آسائشیں اور خوش حالیاں ایک فرد کو میسر ہوتی ہیں، ان کے متعلق وہ کبھی نہیں کہتا کہ میں نے اس کے حصول کے لئے کوئی کوشش نہیں کی، اس لئے میرا ان پر کوئی حق نہیں، یہ

صرف انہیں ملنا چاہئیں

جنھوں نے ان کے لئے تگ ودو کی ہے۔ وہ ان سب سے بہرہ ور ہوتا ہے اور اس طرح ہوتا ہے گویا یہ اس کا حق ہے۔ اور اس لئے وہ کبھی ان لوگوں کا شکریہ تک بھی ضروری نہیں سمجھتا جن کے حسنِ تدبر یا سعی وعمل کی وجہ سے وہ آسائشیں میسر آئی ہیں لیکن اگر معاشرہ کی کسی خرابی کی وجہ سے کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ چلانے لگ جاتا ہے کہ میں اس خرابی کا ذمہ دار نہیں، اس لئے میں یہ مصیبت کیوں بھگتوں، یہ مجھ پر ظلم ہے زیادتی ہے، وہ دہائی مچا دیتا ہے کہ جو لوگ معاشرہ کے اجتماعی نظم ونسق کے ذمہ دار ہیں، ان کا مواخذہ ہونا چاہیے۔ یہ مصیبتیں انہیں اٹھانی چاہئیں، ہمیں ان کا نشانہ کیوں بنایا جاتا ہے؟

انسان کی اس ذہنیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے کہ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا (17/83)

جب انسان کے حالات مساعد ہوتے ہیں اور اس نے زندگی کی خوشگواریاں میسر ہوتی ہیں، وہ (قوانین خداوندی کی طرف سے) اعراض برتتا اور نخوت وتکبر سے منہ دوسری طرف موڑ لیتا ہے لیکن جب اس پر مصیبت آتی ہے تو مایوس ہو کر چیخنے چلانے لگ جاتا ہے۔ اس کے بعد ہے۔ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ان سے کہو کہ معاشرہ کا ہر فرد، اپنی اپنی حدود اختیار کے اندر مصروف کار رہتا ہے، اس لئے وہ اجتماعی زندگی کے منفعت بخش اور ضرر رساں نتائج اعمال میں بالواسطہ یا بلاواسطہ شریک، فلہٰذا، ان کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

ملت:

ملت اتحاد کو کہا جاتا ہے علامہ اقبال مرحوم نے کہا تھا کہ

سب کچھ ہے ربط ملت سے تنہا کچھ نہیں

آج یہ ملت تقسیم ہے ٹکڑوں میں فرقہ بندی کا ٹکڑا، صوبائیت، لسانیت، علاقائیت۔ جبکہ ملت کا مقصد ہی ایک ہے فرقہ بندی شرک ہے بلکہ شرک سے بڑھ کر ہے۔ قرآنی اعتبار سے یہ بات ثابت ہے کہ فرقہ بندی ایک لعنت ہے گناہ ہے شرک ہے۔ ملت اسلامیہ کے اندر تفرقہ کتنا سنگین جرم ہے اس کا اندازہ اس واقعے سے لگایئے جسے خدا نے سورۂ طٰہٰ میں بیان کیا ہے۔ حضرت موسیٰ کچھ دنوں کیلئے باہر تشریف لے جاتے ہیں اور بنی اسرائیل کو حضرت ہارونؑ کی زیر نگرانی چھوڑ جاتے ہیں۔ جب آپ واپس آتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ قوم نے گئوسالہ پرستی اختیار کر رکھی ہے۔ اس کا جو اثر حضرت موسیٰؑ کی طبعیت پر ہو سکتا تھا۔ ظاہر ہے۔ وہ غصے سے لال پیلے ہو جاتے ہیں اور اپنے بھائی سے پوچھتے ہیں کہ مَامَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا جب تم نے دیکھا تھا کہ یہ لوگ گمراہ ہو رہے ہیں، تو وہ کونسی بات تھی جس کی وجہ سے تم نے انہیں (اس روش سے) روکا نہیں؟ اب سنئے کہ حضرت ہارونؑ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ حضرت ہارونؑ بھی خدا کے رسول ہیں وہ جواب میں کہتے ہیں کہ اِنِّىْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِىْٓ

اِسۡرَآءِیۡلَ وَلَمۡ تَرۡقُبۡ قَوۡلِیۡ مجھے یہ اندیشہ گزرا کہ تو آکر یہ نہ کہہ دے کہ اے ہارون تو نے بنیااللہ پاک اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میرے فیصلے کا بھی انتظار نہ کیا۔

یوں دیکھئے تو ساری دنیا میں انسان بستے ہیں (سب کے سب) ایک ہی نوع کے افراد ہیں۔لیکن ان کے اختلافات پر نگاہ ڈالیے تو ایسا دکھائی دے گا گویا دنیا کی آبادی مختلف قسم کی مخلوقات کا مجموعہ ہے جن میں سوائے شکل وصورت کے اور کوئی بھی بات مشترک نہیں۔کہیں ان میں خاندانوں کا اختلاف ہے اور ہر خاندان دوسرے خاندان کا دشمن ہے، کہیں ذاتوں اور برادریوں کا اختلاف ہے اور ہر برادری دوسری برادری سے بیر رکھتی ہے، کہیں قوموں کا اختلاف ہے اور ہر قوم دوسری قوم کو نگلنے کی فکر میں دکھائی دیتی ہے۔ایک ہی قوم کے اندر سیاسی پارٹیوں کا اختلاف ہے اور ایک پارٹی دوسری پارٹی کے پیچھے ہاتھ دھوکر پڑی رہتی ہے۔تمام اختلافات سے اوپر چلئے تو مذہب کا اختلاف ہے اور ایک مذہب دوسرے مذہب کو مٹانا فریضۂ خداوندی سمجھتا ہے۔

نوع انسان کے اختلافات:

پھر مذاہب کے اندر فرقوں کا اختلاف ہے اور ہر فرقہ دوسرے فرقے کو جہنم کا ایندھن قرار دیتا ہے۔غرضیکہ انسان کی نوع تو ایک ہے لیکن باہمی اختلافات سے اس طرح بٹی ہوئی ہے کہ ان میں کوئی شے بطور قدر مشترک دکھائی نہیں دیتی۔

قرآن کریم نے اس طرح اختلافات سے بٹے ہوئے انسانوں کو مخاطب کیا اور ان سے کہا کہ تمہیں اس کا علم واحساس بھی ہے کہ

خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ (4/1)

خدا نے تم کو ایک جرثومۂ حیات سے پیدا کیا۔

پیدائش کے اعتبار سے تم سب کی اصل ایک ہے تم سب ایک ہی درخت کی شاخیں اور ایک ہی شاخ کے پتے ہو۔کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ ایک درخت کی ایک شاخ دوسری شاخ کی تباہی کی فکر میں رہتی ہو۔

وحدت انسانیت اور حب الوطنی:

اور ایک پتہ دوسرے پتے کی گھات میں بیٹھا ہو کہ وہ کب غافل ہو اور میں اسے نگل جاؤں؟ درخت سر سبز وشاداب ہوتا ہے تو اس کی ہر شاخ اور ہر پتے میں زندگی اور تازگی کی نمود ہوتی ہے۔اگر وہ خشک ہوتا ہے تو اس کی ہر ٹہنی مرجھا جاتی ہے۔

یادرکھو! مَا خَلۡقُكُمۡ وَلَا بَعۡثُكُمۡ اِلَّا كَنَفۡسٍ وَّاحِدَةٍ (31/28) تم سب کا پیدا کرنا اور دوبارہ اٹھانا، ایک نفس کی پیدائش اور بعث کی طرح ہے ۔

اس نے کہا کہ شروع میں تمام نوع انسان ایک برادری تھی لیکن اس کے بعد لوگوں نے باہمی اختلافات شروع کر دیے۔

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخۡتَلَفُوۡا (10/19) اور تمام نوع انسان ایک امت (برادری تھی) پھر انہوں نے باہمی اختلافات شروع کر دیے۔ہمیں چاہیے ہم اپنے ملک پاکستان سے ایسے ہی محبت کریں جیسے اپنی جان اپنے مال اور اپنی اولاد سے کرتے ہیں۔اللہ پاکستان کی سرحدات کی حفاظت فرمائے۔

مقدر:

تقدیر:

قرآن کریم میں ''قانون'' کا لفظ نہیں آیا۔اس زمانے کے عربی لٹریچر میں بھی یہ لفظ، ان معانی میں بہت کم نظر آتا ہے۔اس کے بجائے قرآن میں ایک اور مادہ (root) استعمال ہوا ہے جو اپنی جامعیت کے اعتبار سے قانون سے بھی زیادہ ہمہ گیر ہے۔وہ مادہ ہے (ق۔د۔ر) قدر۔اس مادہ کے بنیادی معنی ہیں، اندازہ یا پیمانہ قَدَرْتُ الشَّیْءَ کے معنی ہیں، میں نے اس چیز کو ماپا۔اس کا اندازہ کیا اور قَدَرَ الشَّیْءَ بِالشَّیْءِ کے معنی ہیں، اس نے ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ رکھ کر ماپا اور اس طرح اندازہ کیا کہ وہ اس کے برابر ہے یا نہیں، یا ان دونوں کا باہمی تناسب کیا ہے قَدَرْتُ عَلَيْهِ الثَّوْبَ کے معنی ہیں میں نے اس شخص کے ماپ کے مطابق کپڑے بنائے۔لہٰذا، تقدیر، کے بنیادی معنی ہیں کسی چیز کا پیمانے یا اندازے کے مطابق فٹ ہو جانا۔اور مِقْدَارٌ، اس پیمانے یا ماڈل یا (pattern) کو کہتے ہیں جس کے مطابق کوئی چیز بنائی جائے جَآءَ عَلٰى قَدَرٍ کے معنی ہیں وہ اندازے یا پیمانے پر پورا اترا اَقْدَرُ اس شخص کو کہتے ہیں جو مناسب اور معقول قد کا ہو۔نہ زیادہ لمبا نہ زیادہ چھوٹا اَلْمُقَدِّرُ اس شخص کو کہتے ہیں جو اندازہ کر کے بتائے کہ کھیت سے غلے کی کتنی مقدار پیدا ہونے کی امید ہے۔مقدر ہم نے اپنا خود بنانا ہے مقدر بنے گا امت اور ملت کے درست ہونے سے۔

قوموں کا تبدیلئ احوال:

قرآن کریم ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جو قانون افراد پر منطبق ہوتا ہے، اسی کے مطابق قوموں کی ''تقدیر'' بھی بدلتی رہتی ہے۔یعنی کوئی قوم جس قسم کی نفسیاتی تبدیلی اپنے اندر پیدا کرتی ہے اسی کے مطابق اس کی خارجی حالت میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے سورۃ الرعد میں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (13/11)

یہ حقیقت ہے کہ جو کچھ کسی قوم کے پاس ہو خدا اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کرتا جب تک وہ قوم اپنی نفسیات میں خود تبدیلی نہیں پیدا کرتی۔

یعنی افراد کی طرح اقوام کے عروج و زوال اور موت و حیات کے لئے بھی خدا کے قوانین مقرر ہیں۔کوئی قوم جس قسم کی روش اختیار کر لیتی ہے اسی قسم کا خدا کا قانون اس پر منطبق ہو جاتا ہے اور اس قوم کی روش کا نتیجہ مرتب کر دیتا ہے۔

لفظ تقدیر کی مزید وضاحت:

لفظ ''تقدیر'' کے صحیح مفہوم کے متعلق جو کچھ پہلے بتا چکا ہوں اسے ایک بار پھر سمجھنے کی کوشش کیجئے۔سورۃ انعام میں ہے۔

وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○ (6/97)

خدا نے رات کو آرام کیلئے اور سورج اور چاند کو (وقت کے) حساب و شمار کا ذریعہ بنایا۔یہ خدائے عزیز و علیم کی ''تقدیر'' ہے۔ظاہر

ہے کہ اسے ہم دوسرے لفظوں میں یوں کہیں گے کہ "یہ خدا کا مقرر کردہ قانون ہے" اسی طرح سورۃ یٰسین میں ہے ۔

وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○ (36/38)

اور سورج اپنے مستقر کی طرف چلا جا رہا ہے۔ یہ خدائے عزیز و علیم کی "تقدیر" ہے۔ تیسری جگہ ہے۔

وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ق وَحِفْظًا ط ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○ (41/16)

اور ہم نے تمہاری قریبی فضا میں جگمگاتے چراغ (ستارے) روشن کر دیئے اور انہیں تمہاری حفاظت کا ذریعہ بھی بنایا۔ یہ خدائے عزیز و علیم کی تقدیر ہے۔ اجمالاً سورۃ فرقان میں ہے۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ○ (25/6)

اس نے ہر شے کو پیدا کیا اور پھر ان کیلئے "تقدیر" مقرر کر دی۔ یہاں بھی تقدیر سے مراد خدا کے مقرر کردہ قوانین ہیں۔ سورۃ الدھر میں جنت کے آبخوروں کے متعلق ہے۔ قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ○ (76/16) یہ آبخورے چمکدار چاندی کے ہونگے اور انہیں خاص پیمانوں کے مطابق بنایا گیا ہوگا۔

قرآن کریم میں انہی مقامات پر تقدیر کا لفظ آیا ہے اور اس کے معنی بالکل واضح ہیں۔ یعنی خدا کے مقرر کردہ پیمانے، یا قوانینِ خداوندی، جن کے مطابق یہ کارگہ کائنات سرگرمِ عمل ہے۔ اس سے واضح ہے کہ جن معنوں میں یہ لفظ (تقدیر) ہمارے ہاں استعمال ہوتا ہے وہ اس کے قرآنی مفہوم کے بالکل خلاف ہے۔ "انسان کی تقدیر" "اس کی تقدیر" "میری تقدیر" یہ سب غلط ہے تقدیر تو صرف خدا کی ہے۔ یعنی قانونِ خداوندی، لہٰذا انسانوں کی صورت میں ہم یہ کہیں گے کہ۔

تقدیر، خدا کا وہ قانون ہے جو انسان کی حالت کے مطابق اس پر وارد ہو جاتا ہے۔ جس قسم کی روش انسان اختیار کر لے، اس قسم کی خدا کی تقدیر (خدا کا قانون) اس پر منطبق ہو جاتا ہے۔

جو شخص آگ میں انگلی ڈالتا ہے، خدا کی یہ تقدیر اس پر وارد ہو جاتی ہے کہ وہ جلن اور سوزش کی تکلیف میں مبتلا ہو اور جب وہ اس پر مرہم لگا لیتا ہے تو خدا کی یہ تقدیر اس پر منطبق ہو جاتی ہے کہ اسے راحت اور سکون حاصل ہو جائے۔ یہی وہ حقیقت ہے جسے اقبالؒ نے ان بصیرت افروز الفاظ میں بیان کیا ہے کہ

گر زیک تقدیر خوں گردد جگر　　خواہ از حق حکمِ تقدیر دگر
تو اگر تقدیرِ نو خواہی رواست　　زانکہ تقدیرات حق لا انتہا است

ستارہ: ستارہ سے مراد اس قوم کے بچے ہیں جب کوئی قوم بچوں کے اوپر توجہ نہیں دیتی تو وہ کبھی ترقی نہیں کر سکتی۔

بچے جب ہی اچھے بن سکتے ہیں جب انکی تربیت کی جائے جب انکو ستارہ کی طرح تراش کر خوب صورت بنا دیا جائے جیسا کہ ستارہ پانچ کونوں پر مشتمل ہوتا ہے اور پانچوں کونیں آپس میں ملے ہوتے ہیں فرد ملت، مقدر تب ہی ممکن ہیں جب اس قوم کے بچے (ستارے) بن جائیں۔ الحمد اللہ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ ہم اس انداز سے کام کر رہے ہیں کہ امت اور ملت کے بچوں کو

ستارہ کی طرح بنادیا جائے ہماری مسجد (یعنی مرکزِ ملت) ایسے علاقہ میں ہے جہاں تعلیم کم ہے غربت زیادہ ہے پسماندگی صاف ہے اللہ جزائے خیر دے جناب جاوید اختر جوہری صاحب کو جنہوں نے ایسے علاقہ کا انتخاب کیا جہاں محنت کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ الحمد اللہ صدر جوہری ٹرسٹ نے ایک ایسی تعلیمی تربیتی بھٹی لگائی جس بھٹی میں بچوں کو ستارہ بنایا جاتا ہے ٹرسٹ کے زیر اہتمام اقراء محمدی ماڈل سکول اپنے علاقہ میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے جہاں بچوں کی تعداد 400 کے قریب ہے جنکی علمی اور ذہنی تربیت جاری ہے ایسے پورے ملک میں ادارے قائم کرنے چاہیئے جہاں بچوں کو تعلیم و تربیت فری دی جائے۔ بعض افراد کا خیال ہوتا ہے کہ سکول چلانے کے اخراجات زیادہ ہوتے ہیں لیکن ذہن میں رہے آپ اگر کوئی بڑا مقصد لیکر نکلتے ہیں تو اللہ کی مدد آپ کے شامل حال ہوتی ہے اللہ کی مدد کے بغیر یہ سب کچھ مشکل ہے لوگ عموماً یہ سوچتے ہیں کہ سکول چلانے کیلئے اخراجات بہت زیادہ کرنے پڑیں گے جبکہ اتنے اخراجات نہیں ہوتے جتنا ہمارا گمان ہوتا ہے اس لئے مخیر حضرات کو چاہیئے وہ اپنے اپنے علاقوں میں بالخصوص غریب آبادیوں میں ایسے ادارے قائم کریں۔ جہاں بچے تعلیم حاصل کر سکیں کسی غریب کو تعلیم دلوانا بہت بڑا صدقہ جاریہ ہے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں جہالت ختم کریں علم کی روشنی کو پھیلائیں علم سے روشنی آتی ہے روشنی سے صفائی پیدا ہوتی ہے صفائی سے نظر اور دل صاف ہوتے ہیں نظر اور دل کے صاف ہونے سے معاشرہ میں جرائم ختم ہو جاتے ہیں انشاء اللہ پاکستان میں صاف اسلامی معاشرہ قائم ہوگا اور ملک ترقی کریگا۔ اور علامہ اقبالؒ کا خواب سچا ہوگا۔

یہ فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

جب ہم صحیح مسلمان تھے کسی گروہ یا فرقہ میں تقسیم نہ تھے تب قرطبہ پر مسلمان حکمران تھے خلافتِ عثمانیہ بھی مسلمانوں کی پہچان تھی تعلیمی درس گاہیں بھی مسلمانوں کی تھی سائنسدان بھی مسلمان تھے دنیا میں ہر نئی چیز مسلمان متعارف کرواتے تھے جب سے ہم نے صوبائیت، لسانیت کو اپنایا اور فرقہ بندی کو اپنی پہچان بنایا تب سے ہم ہر شعبہ میں زوال کا شکار ہیں پستی اور ذلت مسلمانوں کا مقدر بنتی جا رہی ہے آیئے ہم پھر سے صحیح مسلمان بن جائیں اپنی پہچان بطور مسلمان کروائیں تا کہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو گم شدہ علمی میراث واپس مل جائے اور عظمتِ رفتہ بحال ہو جائے اور پھر شان سے زندگی گزارنے لگ جائیں جیسے مدینہ منورہ کی پہلی اسلامی ریاست میں صحابہؓ شان سے زندگی گزارتے تھے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

اب آپ خطبہ جمعۃ المبارک انٹر نیٹ پر بھی دیکھ سکتے ہیں:

www.Johritrust.org